© rasailojaraid.com

نقل فرمائی ہیں: پہلی حدیث وہی ہے جو اوپر آچکی ہے۔ یہ مسلم کے علاوہ ابوداؤد، ترمذی میں بھی وارد ہے۔ مزید احادیث یہ ہیں:

۱- من احتکر الطعام اربعین لیلۃ فقد بری من اللہ وبری اللہ منہ (احمد، حاکم، ابن ابی شیبہ) (جس نے چالیس روز خوردنی اشیاء کا احتکار کیا وہ اللہ سے بری اور اللہ اس سے بیزار ہے۔)

۲- بئس العبد المحتکر: ان سمع برخص ساءہ وان سمع بغلاء فرح (جامع رزین) (محتکر بہت برا انسان ہے، اگر ارزانی سنتا ہے تو یہ اطلاع اسے بری معلوم ہوتی ہے اور اگر گرانی، مہنگائی سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے)۔

۳- الجالب مرزوق والمحتکر ملعون (ابن ماجہ، حاکم) (مناسب قیمت پہ فروخت کرنے والے کے رزق کا سامان کیا جاتا ہے اور احتکار کرنے والا ملعون ہے)۔

مہر ستید سابق لکھتے ہیں کہ احتکار کا اطلاق اس صورت پر ہوتا ہے جس میں اکثر فقہاء کے نزدیک تین شرائط پائی جائیں۔

۱- ایک شخص اپنی، اپنے اہل و عیال اور زیر کفالت افراد کے لیے سال بھر کی غذائی ضروریات سے زائد کا ذخیرہ کر رکھے۔ کیونکہ سال بھر کے نان و نفقہ کا انتظام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

۲- زائد از ضرورت اجناس کو گرانی کے انتظار میں روک رکھا جائے تاکہ مال مہنگا بیچا جاسکے۔

۳- حالات ایسے ہوں کہ لوگ ذاتی طور پر ضرورت مند و محتاج ہوں، ورنہ اشیاء عام طور پر دستیاب ہوں تو ان کا روکنا، پس انداز کرنا احتکار میں داخل نہیں۔

جن علماء نے قحط کا لفظ استعمال کیا ہے، جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان کی مراد وہی گرانی و نایابی ہے جو مصنوعی طور پر تاجروں کے گٹھ جوڑ کر لینے سے پیدا ہوتی ہے اور لغت اور ارشادِ نبوی میں جہاں احتکار کا لفظ مستعمل ہے، وہ اسی مفہوم کا حامل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ قحط سالی جو آفات ارضی و سماوی کے نتیجے میں رُونما ہوتی ہے۔ احتکار کو صرف اسی قحط سالی تک محدود و موقوف تو غالباً کسی نے نہ رکھا ہوگا۔

باقی رہ گیا یہ سوال کہ حدیث میں چالیس دن کی قید کیوں ہے؟ اس بارے میں کوئی تشریح و توضیح میری نظر سے نہیں گزری، لیکن میرے ناقص فہم کے مطابق یہاں چالیس کا لفظ مثال و محاورہ کے طور پر استعمال فرمایا گیا ہے۔ اس سے مراد گنتی کے چند ایام ہیں، جس طرح قرآن مجید میں ایاماً معدودۃ، وراہم معدودۃ، ایاماً معدودات کے الفاظ وارد ہیں، دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ جس نے چند روز کے لیے بھی کسی حاجت مند خریدار سے غذائی اجناس کو روکا اور نہ بیچا وہ وعیداتِ مذکورہ کا مستحق ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انسان کے زندہ رہنے اور جسم و جان کا رابطہ قائم رکھنے کے لیے جس طرح غذا ضروری ہے، اسی طرح بعض ادویہ کا استعمال بھی جان بچانے اور صحت حاصل کرنے کے لیے ناگزیر ہے، لہٰذا اشیائے خوردنی کے علاوہ میرے نزدیک ایسی ضروری دواؤں کا روک رکھنا اور چھپانا بھی احتکار کی تعریف میں آتا ہے۔ امام ابویوسفؒ کا قول ردّ المحتار سے اُوپر نقل ہوچکا۔ لابدی ضروریاتِ زندگی کے ماسوا دیگر اشیاء (لباس، کپاس، معدنیات وغیرہ) کی ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی اگرچہ غیر مطلوب و مکروہ ہے، مگر اس پر احتکار کا اطلاق میرے علم و فہم کی حد تک نہ ہوگا۔ اسی طرح غلّہ اگر بازار میں بآسانی دستیاب ہے تو ہر دکاندار یا مالک پر یہ لازم نہیں کہ وہ ضرور مارکیٹ میں اپنا پورا اسٹاک لے آئے، ہاں ذاتی ضرورت یا گھریلو حاجت کے لیے جو گاہک آئے، اُسے انکار نہ کیا جائے۔ قرآن مجید ان لوگوں کی بھی مذمت کرتا ہے جو یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ کے زمرے میں داخل ہیں اور عام اشیائے استعمال کو روک رکھتے ہیں۔

(غلام علی)

© rasailojaraid.com